مسٹر طاہر القادری

ذہنی بیمار، خود غرض، احسان فراموش، دولت کا پجاری شہرت کا بھوکا اور خود پرست انسان ہے

لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کا مکمل متن ۔۔۔۔ لفظ لفظ انکشاف

مارچ کے پہلے ہفتے میں چند سیاسی جماعتوں نے "پاکستان عوامی اتحاد" کے نام سے ایک نیا اتحاد قائم کیا۔ اس اتحاد میں جو سیاسی و مذہبی جماعتیں شامل ہوئیں ان میں پاکستان پیپلزپارٹی کے علاوہ باقی تمام جماعتیں یا تو تانگے کی سواریوں پر مشتمل ہیں یا ان کا وجود محض کاغذوں اور اخباری بیانات تک محدود ہے۔ اس اتحاد کا سربراہ ادارہ منہاج القرآن کے بانی اور یادش بخیر پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ مسٹر طاہر القادری کو بنایا گیا۔۔ باقی عہدیداران کے انتخاب کیلئے مارچ کے دوسرے ہفتے اسلام آباد میں ایک اجلاس رکھا گیا جو اختلافات کی نذر ہوگیا اور کسی فیصلے پر پہنچے بغیر ختم ہوگیا۔۔ اس اتحاد میں پیپلزپارٹی کا شامل ہونا اور پھر مسٹر طاہر القادری کی سربراہی قبول کرلینا حیرت ناک بھی ہے اور عبرتناک بھی ۔۔ عبرتناک اس لئے کہ پیپلز پارٹی جو کل تک پاکستان کی ایک بڑی سیاسی جماعت تھی اس نے یہ تسلیم کرلیا ہے۔کہ اب اس کا وجود سمٹ کر نوابزادہ نصر اللہ خان ، حسین حقانی ، اور مسٹر طاہر القادری کی جماعتوں کے برابر رہ گیا ہے ۔۔ مسٹر طاہر القادری کیا چیز ہیں اور کس نوع کے قائد ہیں۔ اس پر ہم اپنی طرف سے کچھ کہے بغیر لاہور ہائیکورٹ کے ایک فیصلے کا متن پیش کررہے ہیں جو مسٹر طاہر القادری کے گھر فائرنگ کے واقعہ کی تحقیقات کے بعد سنایا گیا۔ اس فیصلہ میں قارئین کرام اور پاکستان عوامی اتحاد میں شامل جماعتوں کے قائدین وکارکنان کی عبرت اور دلچسپی کے کئی سامان موجود ہیں ۔۔۔۔ (ادارہ)

(الف) یہ ایک رکنی ٹربیونل حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن ۳۰ اپریل ۱۹۹۰ کے مطابق پنجاب ٹربیونلز آف انکوائری آرڈیننس ۱۹۶۹ کی دفعہ ۳ کے تحت قائم کیا گیا۔ ٹربیونل نے اس امر کی تحقیقات کرنی تھی کہ ڈاکٹر طاہر القادری جو ایک معروف عالم دین اور پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین ہیں کی رہائش گاہ بمقام

بلاک ایم ماڈل ٹاؤن لاہور پر ۲۱ اپریل ۱۹۹۰ کو صبح ایک بج کر پندرہ منٹ پر جو پراسرار فائرنگ کا سانحہ پیش آیا، کے پس پشت کون لوگ تھے، فائرنگ کرنے والے نامعلوم افراد کون تھے ؟ تفتیش کی حدود کار یہ تھیں:

(i) یہ معلوم کرنا کہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ پر ہونے والی پراسرار فائرنگ کا پس منظر اور نوعیت کیا تھی ؟

(ii) یہ معلوم کرنا کہ علامہ طاہر القادری کے باڈی گارڈ / باڈی گارڈوں کی طرف سے کی گئی دفاعی فائرنگ کی نوعیت کیا تھی ؟ وہ اس ضمن میں کس حد تک گئے ؟

(iii) یہ معلوم کرنا کہ فائرنگ کرنے والے کون تھے اور یہ کہ متذکرہ فائرنگ کا محرک کیا تھا ؟

(iv) یہ معلوم کرنا کہ متذکرہ فائرنگ میں علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی املاک کو کتنا اور کس حد تک نقصان پہنچا۔

(v) (الف) متذکرہ فائرنگ میں ملوث مجرموں کی گرفتاری اور صورتحال میں مقامی پولیس اور انتظامیہ کا کردار۔

(ب) یہ معلوم کرنا کہ ہمسایوں میں، اگر کوئی ہے، متذکرہ سانحہ میں کون کون ملوث ہے ؟

(vii) یہ معلوم کرنا کہ مقدمے کی سفارشات کے حوالے سے تفتیش کے دوران کس مستعدی سے کام لیا گیا اور یہ کہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی سکیورٹی کور کے لئے سفارشات میں کہاں تک خیال رکھا گیا ؟

(viii) متذکرہ بالا مسئلے سے متعلق دیگر نکات !

(۲) ابتداء میں یہ میرے فاضل بھائی جناب جج جسٹس فضل کریم کو ٹربیونل کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انہوں نے بارہ گواہوں کے بیانات قلم بند کئے۔ (ایک جی ڈبلیو اور گیارہ پی ڈبلیوز) جن میں خود مسٹر قادری بھی شامل تھے جبکہ آگے چل کر مورخہ ۹ جولائی ۱۹۹۰ کو فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور مسٹر قادری کے درمیان جرح کے دوران میں طاہر القادری نے تفتیش کا ساتھ دینے سے معذوری کا اظہار کردیا۔ اسی اثناء میں ان کے اعلامیہ تاریخ ۱۴ جولائی ۱۹۹۰ کے بعد حکومت پنجاب نے جزوی طور پر ۳۰ اپریل ۱۹۹۰ کے اصل نوٹیفکیشن میں ترمیم کرتے ہوئے مجھے جناب فضل کریم جج کی جگہ تعینات کیا کہ " میں فائرنگ کے سانحہ سے متعلق عدالتی تحقیق کو جاری رکھتے ہوئے پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں "۔

(۳) اس اہم نکتے کا اعادہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ مسٹر قادری نے ۱۷ جولائی ۱۹۹۰ کو ایک درخواست دائر کی۔ جس میں ٹربیونل کے دوبارہ اجراء پر اعتراضات کئے گئے۔ انہوں نے یہ شکایت بھی کی کہ میرے پیشرو فاضل جج متعلقہ معاملے میں ایک ذہن بنا چکے تھے۔ لیکن انہوں نے انسپکشن نوٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا اور انہوں نے مطالبہ بھی کیا کہ مقدمے کی ازسرنو کاروائی شروع کی جائے۔ وہ (ڈاکٹر طاہر القادری) ان اعتراضات پر اس قدر بضد اور مصر تھے کہ انہوں نے کھلے عام اس بات کا اظہار کردیا کہ اگر ان کا مطالبہ نہ مانا گیا تو وہ عدالتی کاروائی کا بائیکاٹ کردیں گے۔ اتفاق سے میرے تفصیلی

حکم بتاریخ ۲۳ جولائی ۱۹۹۰ میں ان اعتراضات اور مطالبات کو رد کردیا گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں مسٹر قادری نے کاروائی کا بائیکاٹ کردیا، مسٹر قادری کے بائیکاٹ کے بالمقابل صوبائی حکومت نے اپنا مؤقف تبدیل نہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مزید شہادتیں پیش کی جائیں۔ فی الحقیقت انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ مسٹر قادری کو (عدالت میں) بلا کر جرح کی جائے لیکن حکومت پنجاب کی یہ درخواست ۲۳ جولائی ۱۹۹۰ کے حکم نامے میں مسترد کی جاچکی ہے۔

یہ خیال کیا گیا کہ چونکہ وہ (طاہر القادری) خود ساختہ رویے کے تحت کاروائی سے قطع تعلق کرچکے ہیں۔ اس لئے غالباً وہ عدالت کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے رضامند نہیں ہوں گے اور ٹریبونل کے پاس چونکہ توہین عدالت کے ضمن میں انہیں سزا دینے کا اختیار نہیں ہے اور ٹریبونل کے لئے زیادہ مناسب نہ سمجھا گیا کہ ان کے خلاف پنجاب ٹریبونلز آف انکوائری آرڈیننس ۱۹۷۹ ــــ کی دفعہ (۴) ۵ کے تحت شکایت درج کرے۔

رام کمار بنام شہنشاہ (اے آئی آر ۱۹۳۷ء اودھ ۱۶۸) کے مقدمے کی مثال پر بھروسہ کرتے ہوئے فاضل ایڈوکیٹ جنرل نے مطالبہ کیا کہ چونکہ وہ مسٹر قادری سے روبرو سوالات مکمل نہیں کرسکے۔ اس لئے مؤخر الذکر کے تمام بیانات زیر غور مسئلے سے خارج کردینے چاہیں۔ یہ ایک سخت درخواست تھی لیکن اسے مسٹر قادری کی ہٹ دھرمی کے موجب قبول کرنا پڑا۔ نتیجتاً ان کے مکمل بیان کو خارج کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر قادری نے کاروائی میں حصہ لینے سے گریز کیا جبکہ حکومت نے سولہ گواہوں کو پیش کیا (جی ڈبلیوز ۱ تا ۱۶)۔ اس کے علاوہ سی ڈبلیوز بالترتیب ایک تا دو بحیثیت عدالت و عمارتی ماہرین کو بھی جرح کے عمل سے گزارا گیا۔ اس سے قبل پیشرو فاضل جج کی طرف سے انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ وہ متعلقہ مسئلے کے حوالے سے بلڈنگ کے حدود اربعہ تعمیر کی صحیح صحیح نشاندہی کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کریں اور یہ کہ مختلف مقامات پر لگنے والی گولیوں کے بارے میں بھی بالتفصیل اظہار خیال کریں۔ شہادتوں کے آخر میں فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے مقدمے کا مکمل جائزہ پیش کیا۔

(۴) تحقیقات کا اہم سوال مسٹر قادری کے گھر نام نہاد بے تحاشہ فائرنگ کے بارے میں تھا۔ یہ سوال ریفرنس کے ابتدائی تین نکات میں بھی بتکرار موجود ہے۔ معلوم یہ کرنا تھا کہ فائرنگ کا پس منظر کیا تھا؟ نوعیت کیا تھی؟ فائرنگ کس حد تک کی گئی؟ محرک اور نوعیت کیا تھی؟ اور یہ کہ ردعمل میں مسٹر قادری کے ذاتی محافظوں کی فائرنگ کا انداز کیا تھا؟ گھڑے گھڑائے بیانات (دیئے) گئے کہ دشمن گروہ نے فائرنگ کا ارتکاب کیا ہے۔ سید اکرم شاہ نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان کو اسلام اور جوہری طاقت کے حصول سے محروم کرنے کے لئے ایک بین الاقوامی سازش کی گئی اور چونکہ مسٹر قادری نے عالم اسلام میں ایک قابل ذکر اور بین الاقوامی حیثیت حاصل کرلی ہے۔ اس لئے انہیں اس کا نشانہ گیا۔

قدرت اللہ (پی ڈبلیو) نے جو مسٹر قادری کی اہلیہ کے بھائی اور مسٹر قادری کے ذاتی محافظ ہیں، انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر قادری کی مسلم لیگ جماعت اسلامی اور اسلامی جمہوری اتحاد کے

ساتھ سیاسی حریفانہ چشمک تھی، اس لئے یہی لوگ ان کے خون کے پیاسے تھے۔

مسٹر قادری نے اپنے ذاتی بیان میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ان کے فقہ جعفریہ کے لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں اور یہ کہ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف مباہلہ میں شرکت کی آمادگی ظاہر کرنے کے باوجود انہیں ناراض نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی جمہوری اتحاد اور جماعت اسلامی کے فدائیوں کی طرف سے ان پر حملہ کیا گیا۔ چونکہ روبرو سوالات کے جوابات دینے سے انکار کرتے ہوئے کاروائی سے بھاگ گئے تھے۔ اس لئے رام کمار کے مقدمے کی مثال کے پیش نظر ان کے بیانات کو کوئی اہمیت نہ دی گئی۔

(۵) دوسرے مکاتب فکر کے لحاظ سے اس طرح کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ مذہبی معاملات میں مسٹر قادری کے خیالات خاصے مختلف ہیں۔ مفتی غلام سرور قادری جی ڈبلیو ۱۴ نے اپنے بیان میں کہا کہ مسٹر قادری قرآن پاک کی آیات مبارکہ کا غلط ترجمہ کرتے رہے ہیں اور یوں انہوں نے خدائے عظیم و برتر پر کذب باندھا۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر قادری احادیث مبارکہ کا ترجمہ بھی غلط کرتے ہیں۔ غلام سرور قادری نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ مسٹر قادری نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنے ادارے (ادارہ منہاج القرآن) میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد بارہ ہزار بتائی جبکہ وہاں صرف سو ڈیڑھ سو طلبہ تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ انہوں نے ایک بار جمعہ کی نماز میں ۴۵ منٹ تاخیر کروی کیونکہ اس روز صدر ضیاء الحق اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آرہے تھے۔ جہاں قادری صاحب خطیب تھے۔ لیکن اگلے جمعے میں اس دانستہ تاخیر سے مسٹر قادری مکر گئے۔ انہوں نے پہلے تو ایک خاتون کے حکمران ہونے کی مذمت کی، لیکن بعد ازاں اپنے بیان کے برعکس کردار ادا کیا۔ میاں نواز شریف اور ان کے خاندان جس نے (ان) قادری صاحب کی ذات اور ان کے ادارے پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا۔ کے اس احسان کا بدلہ جس انداز سے انہوں نے دیا وہ بھی قابل مذمت ہے

ملک فیض الحسن جی ڈبلیو ۱۵ جن کے مسٹر قادری کے ساتھ گہرے تعلقات رہے ہیں اور جنہوں نے ادارہ منہاج القرآن کی تشکیل و تعمیر میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اپنے بیان میں مسٹر قادری کو احسان فراموش، ناشکرا، خودغرض، جھوٹا، دولت کا پجاری، خود پرست اور شہرت کا بھوکا انسان قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے بیان میں تفصیل کے ساتھ کہا کہ کس طرح انہوں نے مسٹر قادری کی ابتدائی دنوں میں مدد کی، انہیں میاں محمد شریف سے متعارف کروایا۔ جنہوں نے مسٹر قادری کے بیرون ملک علاج معالجے پر بھاری رقم خرچ کی، بھارت میں ان کی اہلیہ کا علاج کروایا، انہیں سیمنٹ کی ایجنسی نہ صرف لے کر دی بلکہ اس کے لئے نقد روپیہ بھی فراہم کیا۔ یہ نوازشات ان کے ادارے کو دی جانے والی ایک سو اسی کنال اراضی کے علاوہ ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ مسٹر قادری سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے بے قرار تھے۔ سیاست میں آنے کا انہیں انتہائی شوق تھا اور یہ کہ مذہب سے ان کی محبت محض ایک ڈھونگ ہے۔ انہوں نے اس بات کی شدید مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر قادری پر

سیاسی بنیادوں پر حملہ کیا گیا ہے کہ ان کی جماعت کی عملی اعتبار سے کوئی شناخت نہیں ہے اور نہ ہی آج تک کسی ممبر پارلیمنٹ نے ان کی جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اختر رسول شروع میں اس جماعت میں شریک ہوئے، لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اس سے نکل گئے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ انہی بنیادوں پر انہوں نے کسی بھی ضمنی انتخابات میں حصہ نہ لیا اور ان کی طرف سے کھڑے کئے گئے ایک امیدوار کو صرف تین ووٹ ملے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ ان کی رہائش گاہ پر ہونے والی فائرنگ ان کے ذہن کی اختراع ہے تاکہ اس طرح شہرت حاصل کی جاسکے بالخصوص پیپلزپارٹی کے ذریعے!

(۶) بدقسمتی سے یہ تمام شہادتیں مسٹر قادری کے بائیکاٹ کی وجہ سے بے چیلنج رہ گئیں۔ یہ ان کا نجی فیصلہ تھا۔ ان کی طرف سے پیش کئے گئے عذر نے کم از کم مجھے مطمئن نہیں کیا۔ انہوں نے جلد بازی سے فیصلہ کیا۔ لیکن متعلقہ معاملے میں اگرچہ ان کے بیانات کو خارج کردیا گیا۔ لیکن شہادتوں نے ان کے کردار کو خاصا نقصان پہنچایا۔ ان کی طرف سے پیش کئے گئے عذر کے باوجود جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے کس انداز سے پیسہ اکٹھا کیا۔ ان ایسے عالم دین سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ ان کی شاندار تعلیم، پیشہ ورانہ تفوق اور ابھرتے ہوئے عالم کی حیثیت تو ایک طرف لیکن ان کے کردار کا یہ پہلو کمزور رہا جو ان ایسی مذہبی شخصیت سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتا کہ وہ اپنے ذاتی مالی معاملات میں ملک فیض الحسن پر انحصار کرتے تھے، مکان کا کرایہ تک ان کی طرف سے ادا ہوتا تھا۔

میاں محمد شریف ایسے سرمایہ دار کی مدد سے انہوں نے گھر خریدا، اپنے بیٹوں کے لئے سیمنٹ کی ایجنسی حاصل کی، اسے چلانے کے لئے ان کی مدد سے سیمنٹ خریدا، اپنے علاج کے لیے بیرون ملک گئے اور اہلیہ کا علاج بھارت سے کروایا، (ان) میاں شریف کی گاڑیاں استعمال کرتے رہے اور ان سے قرضہ بھی حاصل کیا۔ مفادات کے حصول کے لئے یوں لگتا ہے جیسے مسٹر قادری نے جھکنا نامناسب خیال نہ کیا۔ لیکن مسٹر قادری کا رویہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں ان احسانات کی قطعی کوئی پرواہ نہیں۔ ان کے رویئے اور بیان میں شکر گزاری اور احسان شناسی کا قطعی کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ اس کے بجائے ان کے (مسٹر قادری) اور میاں محمد شریف کے درمیان (ان کے بیانات کی روشنی میں یوں لگتا ہے جیسے) سخت دشمنی اور عناد کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ سانحہ کی کاروائی کا یہ "پس منظر" تھا اور کسی بھی شخص سے زیادہ مسٹر قادری اس کی تخلیق کے ذمہ دار ہیں۔

(۷) قطعی سوال یہ تھا کہ آیا مسٹر قادری کی رہائش گاہ پر گولیاں برسانے کا عمل انہیں قتل کرنے کی ایک کوشش تھی؟ شہادت کی روشنی میں، ان کے گھر کے گیٹ پر دو مسلح محافظ موجود تھے جو اتفاق سے فائرنگ کرنے والوں کو نہ دیکھ سکے۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ حملہ اچانک گھر کے عقب سے کیا گیا اور یہ کہ حملہ آور ۲۶۱ بی سنبھالے متصلہ گھر کے غسل خانے کی چھت پر کھڑے تھے۔ جائے وقوعہ کا نقشہ مختلف مقامات کے تعین کے لئے خاصا ممدو معاون ہے۔ چھوٹے سے غسل خانے کی چھت سے ۲۲ عدد خول اکٹھے کرکے دکھائے گئے۔ حتیٰ کہ کہا گیا کہ اس جگہ خون کی ایک خاصی مقدار بھی پائی گئی۔ پاؤں کے

نشانات کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ متصلہ گھروں ، ۲۴۲ اے اور ۲۴۳ بی کی طرف جاتے ہیں ۔

مسٹر قادری نے بذات خود دس عدد خول پولیس کے حوالے کیے (اگر مسٹر قادری کی رہائش گاہ بالخصوص ان کی خواب گاہ پیش نظر رہے تو یہ یقین کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ متصلہ دونوں گھروں کے غسل خانوں کی چھتوں سے مسٹر قادری کی خواب گاہ کو نشانہ بنایا جاسکے ۔ دونوں مقامات کے درمیان خاصا فاصلہ ہے اور یہ بھی کہ وہ مخصوص حصہ (ان) (قادری صاحب) کے صحن ، باورچی خانے سے ڈھکا ہوا ہے ، لاؤنج اور سب سے بڑھ کر خواب گاہ کی دیوار جس کے پار وہ سو رہے تھے ۔

ملک محمد اشرف ، سپرنٹنڈنٹ پولیس اور فورنسک سائنس لیبارٹری کے انچارج ۔ سی ڈبلیو ٹو) کا بیان خاصا تجسس انگیز ہے ۔ انہوں نے متعلقہ معاملے کا گہری نظر سے جائزہ لیا ۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ مسٹر قادری نے بذات خود ان جگہوں کی نشاندہی کی ، جہاں جہاں گولیاں لگیں ۔ رہائش گاہ کے اندر انیس تعداد تھی جبکہ بقیہ تین بیرونی مقابل دیوار پر ثبت تھے ۔ انہوں نے یہ بات بھی بتائی کہ تین نشانات بیرونی دیوار کے باہر کی طرف تھے اور چار نشانات باورچی خانے کی بیرونی دیوار پر تھے ، جو گولیاں لگنے سے ثبت ہوگئے ، بقیہ وہ نشانات جو مسٹر قادری کی خواب گاہ کی دیوار اور دروازے پر موجود ہیں ، گولیوں کے نشان نہیں ہیں ۔ اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے انہوں نے (ملک محمد اشرف) نے بتایا کہ وہ گولیاں جو متصلہ گھر کے غسل خانے کی چھت سے آرہی تھیں ، ترچھی تھیں وہ تو اس قابل بھی نہیں تھیں کہ لاؤنج میں داخل ہوسکیں چہ جائیکہ وہ مسٹر قادری کی خواب گاہ کو جالگتیں ۔ اس نے لاؤنج کی اندرونی چھت پر ایک نشان دیکھا ، جو اس کے اندازے کے مطابق ملحقہ مکان کے غسل خانے کی چھت پر سے چلائی جانے والی گولی کا نہیں ہوسکتا تھا ۔ وہ شیشے پر چلائی جانے والی ایک گولی کا نمونہ یہ ظاہر کرنے کے لئے ساتھ لایا کہ وہ فرق واضح کیا جاسکے جو مسٹر قادری کی کھڑکی کے شیشے پر بنائے گئے نشان اور اصل گولی کے نشان میں ہوتا ہے ۔ اس نے یہ ثابت کیا کہ قادری صاحب کی کھڑکی کا نشان مصنوعی تھا ، کیونکہ اس سے شیشہ ریزہ ریزہ نہیں ہوا ۔ یہ رائے بری ہو یا بھلی لیکن یہ ماہرانہ رائے تھی جو میرے فاضل پیش رو کے حکم پر حاصل کی گئی تھی اور گولیوں کے نشانات کی جگہ کی نشاندہی اور ان کی گہرائی کسی اور شخص نے نہیں بلکہ خود مسٹر قادری نے کی تھی ۔ اگرچہ اس کی شہادت یکطرفہ تھی لیکن اس کے لئے مسٹر قادری کو تحقیقات سے علیحدگی اختیار کرنے پر خود کو الزام دینا چاہیے ۔ ۲۲ نشانوں میں سے سات یا آٹھ نشانوں کو آتشیں اسلحہ کے نشانے قرار دیا جاسکتا ہے ، لیکن یہ بھی کلاشنکوف سے نکلی ہوئی گولیوں کے نشانوں کی باڑھ نہیں تھی ، بلکہ یہ ایک ایک چلائی ہوئی گولیاں تھیں ۔ ایک دشمن کبھی یکے بعد دیگرے ایک ایک گولی چلانے پر اکتفا نہ کرتا اور رات کے اس آڑے وقت میں تو اسے ۲۷ یا ۲۸ گولیاں چلانے اور ۲۶ ، ۷ قسم کے جدید ہتھیار کی میگزین خالی کرنے کی جلدی تھی ۔ اس تاثر کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ موقعہ واردات سے بہت کم تعداد میں خول ملے ہیں ۔ ۲۳ ، میں سے ۱۰ خول تو خود مسٹر قادری نے فراہم کئے ۔ یہ ۲۲ خول غسل خانے کی چھت سے جمع کیے گئے تھے ۔ مسٹر قادری کے گواہ قدرت اللہ (پی ڈبلیو ۱) نے بتایا کہ خود

اس نے تین میگزین خالی کئے اور ہر میگزین میں ۲۷ گولیاں تھیں ۔ گویا اس نے جو گولیاں چلائیں ، ان کی کل تعداد ۸۱ بنتی ہے ۔ اس کے برعکس پولیس نے موقعہ پر صرف ۲۲ خول جمع کئے اور یہ ۸۱ گولیوں کی تعداد سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے ۔

(۸) مسٹر قادری کا مؤقف ایک اور وجہ سے بھی متزلزل ہوجاتا ہے ۔ دس عدد خول میں سے جو مسٹر قادری نے پولیس کو پیش کئے ان میں سے چار کو فارنسک ایکسپرٹ نے مسٹر قادری کی کلاشنکوف سے متعلق بتایا ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن نے موقع پر سب خول نہیں چھوڑے ۔ مزید براں چھت سے ۲۲ خولوں کی برآمدگی ناممکن تھی کیونکہ فارنسک ایکسپرٹ نے بتایا کہ یہ گولیاں ۳۰ تا ۳۵ فٹ کے فاصلے سے چلائی ہوئی لگتی تھیں ۔ اس چھوٹے سے غسل خانے کی چھت ۹ x ۷ فٹ کی ہے ۔ اس چھت سے چلائی جانے والی گولیاں حملہ آور کے دائیں طرف ۳۵ فٹ کے فاصلے پر جائیں ۔۔۔ یعنی یہ ملحقہ مکان کے صحن میں جاکر گرتیں اور ان میں سے کوئی گولی بھی چھت پر نہ ملتی ۔ اس لئے انہیں چھت سے برآمد کرنا تیکنیکی طور پر غلط ہے ۔

دوسری مشتبہ بات چھت پر سے خاصی مقدار میں خون کی دستیابی اور پھر اس خون کے نشانات کی لکیر کا ساتھ کے دو تین مکانوں تک چلتے جانا ہے ۔ کیمیائی معائنہ کرنے والے نے بتایا کہ یہ خون جما ہوا نہیں تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خون ادویات یا کیمیائی اجزاء سے بنایا گیا تھا تاکہ اسے محفوظ رکھا جاسکے ۔ دو یا تین مکانوں تک جانے والے خون کے نشانات اتنے لمبے تھے کہ انہیں کوئی زخمی شخص اپنے پیچھے اتنی دور تک نہیں چھوڑ سکتا اگر اسے جلدی واپس جانا تھا تو خون کی لکیر مقدار میں چھوٹی ہوتی ۔ پھر سوال یہ بھی ہے کہ زخمی شخص دائیں طرف دیوار پر دیوار کیوں پھلانگتا چلا گیا ۔ مکان نمبر ۲۶۱ سے باہر نکلنے کا آسان ترین راستہ تو اس کا صدر دروازہ تھا لیکن یہ دروازہ استعمال ہی نہیں کیا گیا ۔ اس بات کا جواز بھی درکار ہے کہ حملہ آوروں نے فرار ہونے سے پہلے متعدد مکانوں کو عبور کرنا کیوں مناسب سمجھا ۔ یہ غیر معمولی بات اس کہانی کو غیر معتبر کردیتی ہے ۔

(۹) اگلا اہم نکتہ یہ ہے کہ کیا مقامی پولیس نے تحقیقات عمل میں لانے میں کوتاہی برتی ہے ؟ ایس ایچ او (جی ڈبلیو ۱) اور ڈی ایس پی (جی ڈبلیو ٹو) کی شہادتیں ظاہر کرتی ہیں کہ تحقیقات کے معیار پر کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے ۔ تھانیدار کو تحریری شکایت مسٹر قدرت اللہ (پی ڈبلیو ٹو) نے دی اور اس نے خواہش کی کہ مسٹر قادری سے بھی اس بارے میں دریافت کیا جائے ، لیکن انہوں نے خود (مسٹر قادری) اس قسم کے تعاون سے گریز کیا ۔ ڈی ایس پی نے بھی اس کیس کی جزوی تحقیقات کی ، کچھ لوگوں کے بیانات قلمبند کئے اور مجرموں کو ماخوذ کرنے کے لئے ناکہ بندی کے علاوہ پولیس گشت میں اضافہ کردیا ۔ انہوں نے خول جمع کئے ۔ خون آلود زمین حاصل کی ،، موقع کا نقشہ تیار کیا ، الیکٹرک ٹیسٹر حاصل کی اور اس چالان کی تکمیل کے لئے دیگر کاروائی کی لیکن وہ مسلسل شکایت کرتے رہے کہ مسٹر قادری نے ان سے تعاون نہیں کیا ۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک مہمان محمد افضل گھر میں موجود تھا وہ اس سے بھی تحقیقات میں

مدد حاصل کرنا چاہتے تھے تاکہ کچھ متعلقہ معلومات حاصل ہوسکیں لیکن اسے غائب کردیا گیا اور پھر کبھی کسی تحقیقاتی افسر کے سامنے پیش نہیں کیا گیا جس کی وجوہ صرف مسٹر قادری کو معلوم ہے ۔ خول فارنسک سائنس لیبارٹری کو بھیجے گئے اور خون آلود مٹی بھی معائنے کے لئے ارسال کی گئی ۔ فارنسک مجموعی طور پر یہ ہے کہ قادری صاحب کہ گھر پر جو نشانات ہیں وہ مصنوعی طریقے سے بنائے گئے ہیں ، خون کے کیمیائی معائنے نے بھی ظاہر کیا کہ موقع پر کسی کو گولی نہیں لگی ، کیونکہ اس خون میں قدرتی خون کی طرح جمے ہوئے عناصر نہیں تھے ۔

چوہدری ریاست علی ایڈووکیٹ (پی ڈبلیو ۹) نے یہ دریافت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ ان دنوں مختلف مقامی ہسپتالوں میں کہیں کوئی شدید زخمی داخل ہوا ہے ؟ پولیس مقامی ہسپتالوں میں کسی شدید زخمی کے داخلے کا سراغ نہ لگاسکی ۔ نتیجتاً واقعات کو گھڑنے کی بات درست تھی اور مسٹر قادری کے خلاف رائے کو تقویت ملتی تھی ۔

(۱۰) ہم نے قرب و جوار میں رہنے والے لوگوں سے بھی تحقیقات کی ۔ اس سلسلے میں ملحقہ مکان نمبر بی ۲۷۱ ماڈل ٹاؤن ایکس ٹینشن لاہور کے مالک کا معائنہ کیا گیا ۔ اس شخص کے مکان کے غسل خانے کی چھت سے مسٹر قادری کے مکان پر مبینہ طور پر گولیاں چلائی گئی تھیں ۔ اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ مذکورہ وقت پر بندوق کی گولیاں چلی تھیں ۔ تاہم اس نے کہا کہ میں نے اپنے غسل خانے کی چھت سے کسی کو گولیاں چلاتے ہوئے نہیں دیکھا اگر گولیاں سوا ایک بجے سے سوا دو بجے تک چلتی رہی تھیں تو اس آبادی کے باشندگان اور بالخصوص ملحقہ مکان کے مالک (جی ڈبلیو ۵) تو حملہ آوروں کو ضرورر دیکھتے یہ امر بھی اس واقعہ کی صداقت کو مشتبہ بناتا ہے ۔

(۱۱) مقامی پولیس کی تحقیقات سے غیر مطمئن ہوکر مسٹر قادری نے ایف آئی اے کے پاس ایک اور شکایت درج کرائی ۔ مشتاق احمد بنام ایس ایچ او پولیس اسٹیشن مناواں لاہور (پی ایل جے ۱۹۸۴ کرمنل سی ۲۷۲ ڈی بی) ایک واقعے کے بارے میں دوسرے یا اس کے جوابی درخواست دائر نہیں ہوسکتی ۔ مزید برآں سیکشن ۳ کو اگر ایف آئی اے ایکٹ ۱۹۷۴ کے شیڈول کے ساتھ پڑھیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ۳۰۷ پی پی سی کے کیس میں ایف آئی اے دخل انداز نہیں ہوسکتی ۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا یہ موقف درست معلوم ہوتا ہے اس کے پاس کیس درج کرانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ صوبائی حکومت سے بالا دستی حاصل کریں ۔ یہ اقدام معمول کی شکایت کے برعکس سیاسی نوعیت رکھتا ہے ۔ تحقیق اگرچہ گواہ (جی ڈبلیو ۱۶) کے مطابق کرائم برانچ ہی کررہی تھی لیکن متذکرہ تصور بے داغ نہیں ہے ۔ پولیس تحقیقات میں کوئی خرابی نہیں تھی ۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ یہ خیال تقویت حاصل کررہا تھا کہ مسٹر قادری عدم تعاون کررہے تھے ۔

(۱۲) فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے متعدد دوسرے نکات بھی پیش کئے جن کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ دقوعہ حقیقی نہیں تھا ۔ شہادت یہ بھی پیش کی گئی کہ مسٹر قادری اور ان رفقاء نے ایک ہتھیار بردار جلوس نکالا تھا اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کی تھی ۔ چنانچہ ان کے اسلحہ کے لائسنس منسوخ کرنے کا معاملہ

چل رہا تھا ۔ ایڈووکیٹ جنرل کی رائے میں اسلحہ لائسنسوں کو بچانے کے لئے بھی متذکرہ واقعے کا ڈھونگ رچایا جاسکتا تھا اور یکطرفہ کاروائی اس مؤقف کو بڑی حد تک ثابت کرتی ہے ۔ اس وقوعہ کو عمل میں لانے کی دوسری وجہ شہرت اور تشہیر حاصل کرنا بھی ہے ۔ جس کے مسٹر قادری شدید خواہشمند ہیں کہ اپنے آپ کو مریض قرار دینے سے بھی گریزاں ہیں ۔

اس بات پر اصرار کیا گیا کہ جب میاں محمد شریف نے انہیں دولت کے بےپناہ وسائل فراہم کردیئے تو مسٹر قادری جو اس میدان میں نہتے تھے قناعت نہ کرسکے ۔ انہوں نے میاں محمد شریف ہی کے خلاف محاذ کھڑا کردیا ، حالانکہ وہ ان کے محسن تھے ۔ ان (مسٹر قادری) کا معیار زندگی اچانک بلند ہوگیا ہے اور یہ ان کے ذرائع آمدن سے غیر مناسب ہے ۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا خیال ہے کہ انہوں نے (مسٹر قادری) آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی کے اختلافات کو ایکسپلائٹ کیا اور پی پی پی سے اس کی بہت بڑی قیمت وصول کی ۔ اس کا ثبوت یہ ہے، کہ مرکزی حکومت نے آسانی سے ان کی ایف آئی آر درج کرلی ، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ مسٹر قادری کی درخواست ایف آئی اے کے دائرکار سے باہر ہے ۔ اس کے علاوہ اس انکوائری میں وکلاء کے اس گروہ کی طرف بھی توجہ دلائی گئی جو مسٹر قادری کی مدد کررہا تھا ۔

راجہ محمد انور ایڈوکیٹ وغیرہ جیسے کئی حضرات وکیل تھے جن کی وابستگیاں پیپلزپارٹی کے ساتھ ڈھکی چھپی نہیں ، پھر یہ دلیل لائی گئی کہ پیپلزپارٹی کو اپنی سرگرمیوں میں مذہبی رنگ بھرنے کے لئے کسی مذہبی آدمی کی ضرورت تھی ، جو ان کو جناب قادری صاحب کی شکل میں بڑی آسانی سے مل گیا ، جو مواقع کے حصول کے لئے اپنی تیزی کے باوجود اسلامی جمہوری اتحاد اور اس کی لیڈر شپ کو ضرر پہنچانے کے مقصد میں پیپلزپارٹی کے بہترین مددگار بن سکتے تھے ۔ مندرجہ بالا نکات میں ہر ایک اپنی جگہ کچھ وزن رکھتا ہے اور مقدمہ کے خاص حالات میں انہیں بالکل ہی بے عقلت قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ ان میں سے ہر ایک نقطہ کو جناب قادری صاحب کے خلاف نتیجہ خیز بنانے کے لئے مناسب مواد موجود تھا ۔ ایک گواہ نے انکشاف کیا کہ جناب قادری صاحب کے پاکستان پیپلزپارٹی کی اعلی قیادت کے ساتھ بے تکلفانہ تعلقات تھے کہ یہ مقدمہ ایک ایسی ایجنسی کے ہاں بھی رجسٹر ہوا ، جوکہ اختیار سماعت کی مجاز نہ تھی اگرچہ انہیں وکلاء کے پینل کی مدد حاصل تھی ، پھر بھی ایسے اشارات موجود تھے جیسے وہ اسلامی جمہوری اتحاد کی قیادت کو ضرر پہنچانے سے پوری طرح باخبر ہیں ۔

(۱۳) آخری نکتہ جناب قادری صاحب کی ذہنی کیفیت کا آئینہ دار ہے ۔ ان کے خوابوں کا حوالہ دیا گیا جو سر دن نہیں دیکھے گئے تھے ۔

(۱۴) ان تمام وجوہ کی بناء پر میرے جوابات بحوالہ حالات درج ذیل ہیں ۔

(i) (ii) (iii) بیان کردہ فائرنگ حقیقی واقعہ نہیں تھا ۔

(iv) مسٹر قادری کا نقصان ان کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے ۔

(a) (v) مقامی انتظامیہ نے ہر ممکن طریقہ سے صورت حال میں اپنا ضروری کردار ادا کیا ۔

(b) (v) ان کے ہمسایوں میں سے کوئی شخص اس واقعہ میں ملوث نہیں تھا۔

(vi) مقامی پولیس نے مقدمہ کی تفتیش کے لیے مناسب اقدامات کیے تھے ۔

(vii) بر رفتاری سے کی گئی تفتیش کے دوران میں کوئی خصوصی ہدایت نہیں دی جاسکتی تھی ۔ یہ پولیس اور کرائمز برانچ کی ذمہ داری تھی کہ وہ جلد از جلد مقدمے کو نمٹائے ۔ بہرحال مسٹر قادری کے حفاظتی انتظامات کو ایک سے زائد وجوہ کی بناء پر مزید بہتر بنایا جاسکتا تھا۔

(viii) مسٹر قادری نے کاروائی کا بائیکاٹ کردیا لیکن اپنی پریس کانفرنس میں انہوں نے اس بارے میں تبصرہ بازی میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہ کی ۔ بالخصوص گواہان ملک فیض الحسن اور مولانا غلام سرور قادری کو ناقابل اعتماد قرار دیا ۔ اصرار کیا گیا کہ ان کے بعض خواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مترادف ہیں (مثلاً) یہ کہ انہوں نے دعوی کیا ایک خواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ان کی عمر ۳۳ برس سے بڑھا کر ۶۶ برس کردی گئی ہے لیکن پھر ان کے اعتراض پر کہ ان کی عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی عمر سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے ۔ چنانچہ عمر کم کرکے ۶۳ سال کردی گئی ۔ ان کے اس لایعنی طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ مسٹر قادری ذہنی طور پر ایک بیمار آدمی ہیں اس لئے وہ اپنے دشمنوں سے جو کوئی بھی ہوسکتے ہیں حد درجہ خوفزدہ ہوتے بلکہ "دشمن فوبیا" میں مبتلا ہوگئے لیکن ان دلائل کو آسانی سے زیر بحث لایا جاسکتا تھا ۔

یہ واقعہ کہ مسٹر قادری اپنے مخصوص خوابوں کو بیان کرنے کے لئے بے قرار رہتے ہیں ۔ ان کے غیر صحت مندانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے ، ہوسکتا ہے کہ ان کو خواب آتے بھی ہوں لیکن ان کے تعصبات کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جبکہ وہ اپنے خوابوں کو ایک خاص انداز میں بیان کرتے ہیں ، اور اپنی شخصیت کو ایک خاص رنگ دیتے ہیں ۔ اس ذہنی ساخت کی حامل شخصیت سے ہر چیز ممکن ہے ۔

نصف رات کے سمے ان پر مسلح آدمیوں کے حملے کے ڈرامے کو بھی اس میں شامل کیا جاسکتا ہے ۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آرڈیننس میں ٹربیونل کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی توہین پر کوئی سزا دے سکے (قانون میں) اس خلا کی بنا پر میرے فاضل پیش رو جسٹس فضل کریم نے انکوائری کو مزید آگے بڑھانے سے معذوری ظاہر کردی تھی ۔ مزید یہ کہ انکوائری کے دوران جناب قادری صاحب نے عدالت کے اندر اور باہر سخت تنقید کی ۔ ان خامیوں کے ازالہ کے لئے آرڈیننس میں مناسب ترامیم کی ضرورت ہے ۔

دستخط (اختر حسین)

جج یک رکنی ٹربیونل لاہور ہائیکورٹ